لغات واعراب قرآن (۱۴)

پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرۃ (۹)

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورت کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحث اربعہ (اللغۃ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیر مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳ اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیر بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲ : ۵ : ۱ (۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲ : ۵ : ۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم — وھکذا۔

۲ : ۹ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ⑫

۲ : ۹ : ۱ اللغۃ

۲ : ۹ : ۱ (۱) [وَاِذَا] "وَ" "تو" اور "کے معنی میں ہے۔ اور "اِذَا" حرف ہے۔ خیال رہے کہ کلمہ کی اس قسم یعنی کسی "حرف" کے مادہ یا وزن کی

بات عموماً نہیں کی جاتی۔ بعض "حرف" بلحاظ مادہ صرف ایک یا دو حروف پر مشتمل ہوتے ہیں[1] مثلاً " وَ " یا " فی " اور بعض تین یا اس سے زیادہ حروف مل کر بنے ہوتے ہیں مثلاً " عَلیٰ " یا " لَعَلَّ " وغیرہ۔ یہ اپنے " ڈھانچہ " کے لحاظ سے یک حرفی، دو حرفی یا سہ حرفی " مادہ " پر مشتمل سمجھے جاتے ہیں اور عربی معاجم (ڈکشنریوں) میں یہ اسی ترتیب کے لحاظ سے مناسب جگہ پر بیان ہوتے ہیں۔ مثلاً " وَ " پر " واو کی پٹی " (باب الواو) کے شروع میں بات ہوگی اور " فِیْ " پر " ف و و " کے بعد اور " ف ی أ " سے پہلے ___ اور " علی " کے معانی و استعمالات " ع ل و " کے بعد مگر " ع م ... " کی " پٹی " سے پہلے بیان ہوں گے ___ اسی طرح اس حرف " اذا " کے معانی و استعمال کی وضاحت مادہ " ا ذ ی " کے بیان کے بعد ملے گی ___ یعنی حروف کو ڈکشنریوں میں عموماً ان کی ابجدی ترتیب کے مطابق جگہ دی جاتی ہے۔ اس لیے کہ ان کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی یا تعلیل واقع نہیں ہوتی۔

● بہر حال یہ حرف (اِذا) زیادہ تر دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے :-

(۱) "جب، جب کبھی یا جب بھی" کے معنی میں ___ اور اس وقت اسے " اذا ظرفیہ یا شرطیہ " کہتے ہیں۔

(۲) " تو اچانک، ٹھیک اسی وقت، وہیں، ناگہاں، دیکھا تو " کے معنوں میں اور اس وقت اسے " اذا فجائیہ " کہتے ہیں۔

● "اذا" ظرفیہ عموماً زمانہ مستقبل کے لیے آتا ہے ___ اور چونکہ اس میں شرط کا مفہوم ہوتا ہے اس لیے بھی اس سے حال یا مستقبل (زمانہ) ہی سمجھا جاتا ہے اس لئے کہ شرط ماضی پر نہیں آتی۔ تاہم استعمال کے لحاظ سے " اذا ظرفیہ " کے بعد زیادہ تر فعل ماضی کا صیغہ آتا ہے (یعنی بصورت جملہ فعلیہ)۔ اگرچہ کبھی فعل مضارع اور بہت کم

---

[1] کلمۂ " حرف " دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ابجد کے حروف یعنی ا ب ت ث .... ی تک۔ میں سے ہر ایک ایک حرف ہے ان کو حروف المبانی کہا جاتا ہے۔ دوسرے کلمہ کی سہ گانہ تقسیم (اسم فعل حرف) کے ایک جزء کے طور پر۔ چونکہ یہ مختلف معنی دیتے ہیں اس لیے ان کو حروف المعانی کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد کوئی اسم (بصورت جملہ اسمیہ) آتا ہے۔ شرط اور مستقبل کے مفہوم کی بناء پر " اذا " کے بعد آنے والے فعل ماضی کا ترجمہ حال یا مستقبل میں ہی کیا جاتا ہے۔ کبھی " اذا " صرف " لمّا " الحینیہ (بمعنی " جب ") استعمال ہوتا ہے تو اس سے فعل ماضی ہی سمجھا جاتا ہے۔

● " اذا فجائیہ " کے بعد عموماً کوئی اسم یا کوئی پورا جملہ اسمیہ آتا ہے۔ اور یہ ابتدائے کلام میں استعمال نہیں ہوتا۔ " اذا شرطیہ " کے برعکس اس کو کسی جواب (شرط) کی ضرورت نہیں ہوتی۔

"اذا ظرفیہ" شرطیہ یا غیر شرطیہ اور " اذا فجائیہ " کی مختلف مثالیں آگے چل کر ہمارے سامنے آئیں گی۔ بلکہ بعض جگہ ایک ہی آیت میں دونوں قسم کے " اذا " اکٹھے بھی آجائیں گے۔ ان سب پر اپنے اپنے موقع پر بات کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۲ : ۹ : ۱ (۲) [**قِيْلَ**] کا مادہ " ق و ل " اور وزن اصلی " فُعِلَ " ہے اس کی اصلی شکل " قُوِلَ " تھی۔ عربوں کی زبان پر واوِ مکسورہ ماقبل مضموم کا تلفظ ثقیل (گراں) گزرتا ہے۔ اس کے لیے وہ یا تو " واو " کو ساکن کر دیتے ہیں۔ چنانچہ بعض قبائل اسے " قُوْلَ " بولتے ہیں[1] تاہم اکثر یہاں " واو " کو بھی " یاء " (ی) میں بدل دیتے ہیں اور پھر اس " ی " سے پہلے اس کے موافق حرکت یعنی کسرہ (ـِ) دے دیتے ہیں اور یوں یہ لفظ " قِيْلَ " بن جاتا ہے۔ اور یہی لغات زیادہ فصیح سمجھی جاتی ہے۔ اس مادہ (قول) سے فعل ثلاثی مجرد " قال یقول قولاً " (نصر سے) بمعنی "کہنا، بات کرنا" آتا ہے اس کے معنی اور طریق استعمال وغیرہ پر پہلے البقرہ : ۸ میں بات ہوچکی ہے [دیکھیے ۲ : ۷ : ۱ (۵)]۔ زیر مطالعہ لفظ (قِيْلَ) اس فعل مجرد سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اور اس کا ترجمہ " کہا گیا " ہونا چاہیے مگر اس سے پہلے " اذا " ظرفیہ شرطیہ آجانے کی وجہ سے اب اس کا ترجمہ حال

---

[1] دیکھیے اعراب القرآن (للنحاس) ج ۱ ص ۱۸۸

یا مستقبل کے ساتھ ہوگا۔ یعنی "جب بھی کہا جاتا ہے۔" یا "جب بھی کہا جائے گا۔"

[لَهُمْ] جو لَ + هم کا مرکب ہے۔ اس میں " لَ " تو لام الجر جو ضمائر کے ساتھ مفتوح آتی ہے۔ اور " هم " ضمیر مجرور ہے ___ یہاں " لام " فعل " قال " کے ساتھ استعمال ہونے والا صلہ ہے [تفصیل کے لیے دیکھیے ۱:۲: ۱ (۲)] خیال رہے کہ جب " قال " بطور فعل مجہول استعمال ہو اور اس کا نائب فاعل بھی کوئی ضمیر ہو تو دوسرے افعال کی طرح اس کی گردان قِيلَ ، قِيلَا ، قِيلُوا ...... وغیرہ استعمال نہیں ہوتی کیونکہ اس کے مفعول (جس سے بات کی جائے) سے پہلے لام الجر بطور صلہ آتا ہے اور صلہ کے ساتھ استعمال ہونے والے فعل کا مجہول اپنے صلہ کے ساتھ ضمیر دل کے بدلنے سے استعمال ہوتا ہے مثلاً کہیں گے ۔ قِيلَ لَهُ ۔ قِيلَ لَهُمَا ، قِيلَ لهم ، قيل لَهَا ...... الخ ___ صلہ کے ساتھ استعمال ہونے والے فعل کے مجہول (مبنی للمفعول) استعمال کی ایک دوسری مثال اور وضاحت کے لیے دیکھیے الفاتحہ : ۷ میں " غضب " کی بحث [۱:۱:۶:۱ (۵) میں] اس طرح یہاں " لَهُمْ " کا ترجمہ " ان کے لیے " کی بجائے " ان کو " یا " ان سے " ہوگا۔

۲:۹:۱ (۳) [لَا تُفْسِدُوا] اس کا مادہ " ف س د " اور وزن " لَا تُفْعِلُوا " ہے۔ جس کے شروع میں " لَا " برائے " نہی " ہے۔ یعنی یہ فعل نہی کا صیغہ ہے ___ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد " فَسَدَ يَفْسُدُ فَسَادًا " (زیادہ تر باب نصر سے) آتا ہے اور اس کے بنیادی معنی ہوتے ہیں: " بگڑ جانا ، خراب ہو جانا۔ " پھر اس سے اس میں " خوبیوں سے خالی ہونا ، بُری حالت میں ہونا ، حدِ اعتدال سے گزرنا ، نظام میں گڑبڑ ہونا ، بربادی اور تباہی کی حالت میں ہونا " کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور ان ہی معنوں کے لئے یہ بعض دفعہ باب " ضَرَبَ " اور باب " کَرُمَ " سے بھی آتا ہے۔ اور یہ ہمیشہ بطور فعل لازم ہی آتا ہے۔ قرآن کریم میں اس فعل (ثلاثی مجرد) کا ماضی کا

صیغہ تین جگہ (البقرہ: ۲۵۱، الانبیاء: ۲۲ اور المؤمنون: ۷۱) پر آیا ہے (ہر جگہ ماضی مفتوح العین کے ساتھ)۔ قرآن کریم میں اس مادہ سے زیادہ تر باب اِفعال سے مختلف افعال اور دیگر مشتقات استعمال ہوئے ہیں۔ (۳۶ جگہ)۔ سب پر حسب موقع بات ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

● زیرِ مطالعہ کلمہ "لَا تُفْسِدُوْا" بھی اس مادہ (فسد) سے باب افعال کا فعل نہی صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ باب افعال سے اس فعل "اَفْسَدَ ... یُفْسِدُ اِفسادًا" کے معنی ہیں: "...... کو بگاڑ دینا"، "...... کو خراب کر دینا"، "... کے نظام میں گڑبڑ کر دینا" یا "ابتری پھیلانا"۔ یعنی یہ فعل متعدی ہوتا ہے (اگرچہ یہ کبھی بطور لازم بمعنی "فَسَدَ" بھی استعمال ہوتا ہے)۔ اس کا مفعول اس کے ساتھ بنفسہٖ (بغیر صلہ کے) آتا ہے جیسے قرآن کریم میں ایک جگہ آیا ہے۔ "...... اَفْسَدُوْھَا" (النمل: ۳۴)۔ چونکہ اس مادہ (فسد) کے فعل مجرد کا مصدر "فساد" اردو میں مستعمل ہے (اگرچہ اپنے اصل عربی مفہوم سے ذرا ہٹ کر) اس لیے اردو میں "اِفساد" (مصدر افعال) کا ترجمہ "فساد ڈالنا"، فساد کرنا اور زیادہ تر "فساد پھیلانا" سے بھی کیا جاتا ہے۔

۱:۹:۲ (۴) [فِی الْاَرْضِ] میں "فِی" تو حرف الجر بمعنی "میں" ہے۔ اور الأَرض (جو معرف باللام ہے) کا مادہ "ا رض" اور وزن "فَعْلٌ" ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد باب نصَر، کرُم اور سمِعَ سے مختلف معنوں (مثلاً زمین کا نباتات سے بھر جانا یا لکڑی کو دیمک لگ جانا وغیرہ) کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دیمک کو عربی میں "اَرَضَۃ" کہتے ہیں کیونکہ وہ جس چیز کو کھاتی ہے اسے مٹی کی مانند کر دیتی ہے۔ دوسری طرف زمین کو "ارض" کہنے میں یہ مناسبت بھی ہے کہ زمین بھی، جو اس کے اندر جاتا ہے، اسے دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ عربی زبان میں یہ مادہ (ارض) مزید فیہ کے بعض ابواب سے بھی مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تاہم قرآن کریم میں اس مادہ سے کسی قسم کا کوئی فعل کہیں استعمال نہیں ہوا۔ البتہ لفظ "ارض" مختلف صورتوں۔ مفرد مرکب معرفہ

نکرہ دونوں ـــــ میں ساڑھے چار سو سے زیادہ دفعہ وارد ہوا ہے۔

● لفظ "ارض" مؤنث سماعی ہے مگر خلافِ قیاس اس کی جمع مذکر سالم کی طرح "ارضون ـ ارضین" بھی آتی ہے اور مکسر جمع کئی طرح بنتی ہے۔ زیادہ مشہور "اراضی" ہے جو (معمولی فرق کے ساتھ) اردو میں بھی مستعمل ہے۔ (قرآن کریم میں اس (ارض) سے جمع کا کوئی لفظ نہیں آیا ہے) ـــــ اردو میں اس کا ترجمہ زیادہ تر "زمین" کیا جاتا ہے۔ اور جب یہ لفظ معرف باللام ہو (الارض) تو عموماً اس سے مراد پورا "کرہ ارضی" ہوتا ہے۔ یعنی PLANET EARTH جس پر ہم رہتے ہیں۔ اگرچہ اس سے کبھی کوئی خاص خطۂ زمین یا "منطقہ" بھی مراد ہوتا ہے ـــــ اور جب یہ نکرہ (ارض) استعمال ہو تو اس سے مراد بالعموم "کرۂ زمین کا کوئی خطہ یا حصّہ" ہی ہوتا ہے۔ اس وقت اس کا ترجمہ "علاقہ"، "ملک" یا "سرزمین" سے بھی کیا جا سکتا ہے۔

● زیرِ مطالعہ آیت میں لا تُفْسِدُوا (فساد مت ڈالو / پھیلاؤ / کرو) کے بعد "فی الارض" کا لفظی ترجمہ (زمین میں) ہی بہتر ہے۔ اگرچہ بعض مترجمین نے شاید اردو محاورے کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اس (فی الارض) کا ترجمہ "زمین پر" سے بھی کیا ہے جو اصل عربی لفظ سے ذرا ہٹ کر ہے۔ اس لیے کہ عربی میں "افسد علی الارض" کہنا درست نہیں ہے مگر اردو میں "زمین پر" یا "زمین میں فساد" دونوں طرح درست ہے۔

[قَالُوْا] کا مادہ "ق و ل" اور وزن اصلی "فَعَلُوْا" ہے۔ شکل اصلی "قَوَلُوْا" تھی جس واو متحرکہ ماقبل مفتوح الف میں بدل کر لفظ "قالوا" بن گیا۔ اس مادہ کے فعل مجرد کے معنی و استعمال پر بات گزر چکی [۱:۷:۲ (۵)] یہ فعل ماضی کا صیغہ ہونے کی وجہ سے "قالوا" کا ترجمہ "انہوں نے کہا" ہونا چاہیے تھا مگر اس سے پہلے جملے میں "اذا" کے آ جانے کی وجہ سے (جو ظرفیہ شرطیہ ہے) اور "جوابِ شرط" ہونے کی وجہ سے اب اس کا ترجمہ "تو کہتے ہیں / کہیں گے" سے ہوگا۔

۲:۹:۱(۵) [اِنَّمَا] یہ دراصل اِنَّ + مَا ہے - یہ "ما" زائدہ کہلاتا ہے اس لیے کہ یہاں یہ نہ تو نافیہ ہو سکتا ہے نہ استفہامیہ اور نہ ہی موصولہ۔ تاہم یہ زائد بمعنی "بے کار یا فالتو" نہیں ہے (اور اس معنی میں قرآن کے اندر کوئی لفظ بلکہ حرف بھی زائد نہیں ہے) بلکہ اس سے عبارت میں ایک "حصر" (پابندی) اور تاکید کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس "ما" کو "مائے کافہ" بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ (ما) اپنے سے پہلے والے "اِنَّ یا اَنَّ" کا عمل (نصب دینا) بھی روک دیتا ہے۔ اور اس (انما) کے بعد کوئی فعل بھی آسکتا ہے جب کہ صرف "اِنَّ" کے بعد تو کوئی اسم ہی آتا ہے۔ — یہ "انّما" ہمیشہ موصول (یعنی "اِنَّ" اور "ما" کو ملا کر — انما) لکھا جاتا ہے اور اب یہ ایک ہی کلمہ شمار ہوتا ہے۔ اور اس کا مفہوم تو ہے "بات / حقیقت تو صرف اتنی ہی ہے کہ" .... جس کا بامحاورہ اردو ترجمہ "سوائے اس کے نہیں کہ" سے یا مزید مختصر کرتے ہوئے "صرف"، "فقط" یا "محض" سے بھی ہو سکتا ہے۔ جس کا کام اردو لفظ "تو" بھی دیتا ہے۔ اور اسی لیے اکثر اردو مترجمین نے اگلی ضمیر (نحن) سمیت [انما نَحْنُ] کا ترجمہ "ہم تو" ہی سے کیا ہے۔ البتہ بعض نے اس کا ترجمہ "ہمارا کام تو" سے بھی کیا ہے۔ لیکن اس محاورے کی وجہ سے پھر اگلے لفظ (مصلحون) کا ترجمہ بھی اسم فاعل کی بجائے مصدر (اصلاح) سے کرنا پڑا جو محاورہ و مفہوم کے لحاظ سے درست مگر اصل عبارت سے بعید ہے۔

۲:۹:۱(۶) [مُصْلِحُوْنَ] کا مادہ "ص ل ح" اور وزن "مُفعِلُوْنَ" ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد عموماً باب نصر سے اور بعض دفعہ باب "فتَح" یا "سمِعَ" اور "کرُمَ" سے بھی آتا ہے اور ہر صورت میں اس کے معنی "ٹھیک ہونا، ٹھیک کام کرنا، نیک ہونا، اچھا ہونا، کھرا ہونا، دیانت دار ہونا" ہوتے ہیں۔ یعنی یہ فعل لازم ہے اور "صلاح"، "صلاحیۃ"، "صلح" اور "مصلحۃ" اس کے مختلف مصادر ہیں جن میں سے بعض (قدرے معنوی فرق کے ساتھ) اردو میں بھی مستعمل ہیں۔ البتہ قرآن کریم میں ان میں سے صرف

لفظ " صلح " آیا ہے۔ قرآن کریم میں اس فعل مجرد سے فعل ماضی کے صرف دو صیغے استعمال ہوئے ہیں (الرعد : ۲۵ اور المؤمن : ۸) ۔ البتہ اس سے مشتق اسم الفاعل (صالح) مختلف صورتوں (واحد جمع مذکّر مؤنث وغیرہ) میں اور مصدر (صلح) ایک سو کے قریب مقامات پہ وارد ہوئے ہیں۔

● زیر مطالعہ لفظ " مصلحون " اس مادہ (صلح) سے باب افعال کا صیغۂ اسم الفاعل (جمع سالم مذکر) ہے ۔ اور اس باب سے فعل اَصلح ...... یُصلِح اصلاحًا کے معنی "..... کو ٹھیک کرنا"..... کو سنوارنا" ...... کی اصلاح کرنا" ہیں بلکہ عربی لفظ " اصلاح " جو باب افعال کا مصدر ہے ' اپنے اصل عربی معنوں کے ساتھ اردو میں متعارف اور متداول ہے ۔ البتہ اردو میں مصدری معنی پیدا کرنے کے لیے بعد میں کوئی مصدر لگا دیتے ہیں ۔ مثلاً " اصلاح کرنا " ، " اصلاح ہونا " وغیرہ۔

● اس طرح "مصلحون " کا ترجمہ " اصلاح کرنے والے ، سنوارنے والے ' صلح کرانے والے " ہے ۔ بعض حضرات نے اس کا ترجمہ " سنوارتے ہیں" یا "اصلاح کررہے ہیں" کیا ہے جو اردو محاورہ و مفہوم کے لحاظ سے درست مگر اصل عربی عبارت (نص) سے ذرا ہٹ کر ہے ۔ کیونکہ "اسم" کا ترجمہ " فعل" سے کر دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اس مادہ (صلح) سے ثلاثی مجرد کے علاوہ صرف باب افعال سے افعال کے متعدد صیغے ۲۸ جگہ اور اس باب سے مشتق اسماء و مصادر کُل ۱۲ جگہ استعمال ہوئے ہیں ۔

<u>۲:۹:۱ (۷)</u> [اَلَآ] کو حرفِ استفتاح کہتے ہیں ۔ یعنی اس سے کسی حقیقت کے بیان کا آغاز ہوتا ہے ۔ اور اس میں تنبیہ (خبردار کرنے) کا مفہوم ہوتا ہے ۔ یعنی مخاطب کو اس حقیقت کی طرف (جو اس کے بعد بیان ہوتی ہے) متوجہ کرنے کے لیے یہ حرف (اَلَا) کلام کے شروع میں لاتے ہیں ۔ یہ متوجہ کرنا کبھی " جھڑکنے " کے معنوں میں ہوتا ہے اور کبھی نرمی سے کسی

چیز کی طرف ترغیب دلانے کے لیے بھی آتا ہے۔ تنبیہ کے لیے آئے تو عموماً اس کے بعد " اِنَّ " یا کوئی حرف ندا آتا ہے۔ اور تحضیض (طلب و ترغیب) کے لیے آئے تو عموماً اس کے بعد کوئی فعل آتا ہے ـــ خیال رہے کہ یہ (اَلا) اکٹھا ایک ہی لفظ ہے۔ بعض دفعہ یہ (اَلا) مرکب ہوتا ہے یعنی اَ (استفہامیہ) اور لا (نافیہ) سے مل کر بنا ہوتا ہے۔ اس کا ترجمہ " کیا نہیں ؟ " سے ہوتا ہے۔ عبارت کے سیاق و سباق سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں کونسا " اَلا " ہے۔

● تنبیہ اور استفتاح کے مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے اردو مترجمین نے " اَلَا " کا ترجمہ " خبردار رہو ، سن رکھو ، یاد رکھو ، سن لو ، سنو جی ، سنتا ہے! سن تو اور دیکھو! " سے کیا ہے۔ یہ تمام ترجمے اردو محاورے کی بناء پر ہی درست ہیں۔ اس لیے کہ " اَلا " کی طرح کا کوئی مختصر بدل اردو میں نہیں ملتا۔

[اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ] جو اِنَّ + هُمْ + هُمْ + الْمُفْسِدُوْنَ کا مرکب ہے۔ جس کا لفظی ترجمہ " بے شک وہ ہی تو " المفسدوْن " ہیں "ـــ اس میں کلمہ " المفسدون " کا مادہ " ف س د " اور وزن (لام تعریف نکال کر) " مُفْعِلُوْن " ہے۔ یعنی یہ اس مادہ سے بابِ افعال کا اسم الفاعل (جمع مذکر سالم) ہے۔ اس باب (افعال) اور لفظ " فساد " کے معنی و استعمال پر ابھی اوپر (۲ : ۹ : ۱ (۳)) میں بات ہو چکی ہے۔ اس کے مطابق ہی اردو مترجمین نے " مفسدون " کا ترجمہ " فساد کرنے والے ، بگاڑنے والے ، خرابی کرنے والے ، مفسد اور فسادی " سے کیا ہے۔ خیال رہے کہ اردو محاورے میں لفظ " مُفْسِد " جمع کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

۲ : ۹ : ۱ (۸) [وَلٰكِنْ] جو " وَ + لٰكِن " کا مرکب ہے۔ اس میں " لٰكِنْ " " لٰكِنَّ " (حرف مشبہ بالفعل) ہی کی دوسری شکل ہے۔ اور یہ دونوں (لٰكِنْ اور لٰكِنَّ) ہر طرح اردو کے لفظ " لیکن " کے ہم معنی ہیں۔ البتہ

استعمال میں یہ فرق ہے کہ " لٰكِنَّ " کے بعد ہمیشہ کوئی اسم (منصوب) آتا ہے۔ جب کہ " لٰكِنْ " کے بعد فعل یا اسم دونوں لائے جا سکتے ہیں ۔ نیز " لٰكِنْ " غیر عامل ہے یعنی یہ اپنے بعد آنے والے اسم کو نصب نہیں دیتا ۔ عربی میں یہ عموماً " وَلٰكِنْ " (یعنی ماقبل ایک واو عاطفہ کے ساتھ) استعمال ہوتا ہے جس (واو) کا اردو ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور صرف " لیکن " ہی سے کام چل جاتا ہے۔

[لَا يَشْعُرُوْنَ] کا مادہ " ش ع ر " اور وزن " لَا يَفْعُلُوْنَ " ہے ۔ جس میں " لا " نافیہ ہے (جس سے فعل میں نفی کے معنی پیدا ہوتے ہیں) ۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد اور اس کے معنی و استعمال پر مفصّل بات پہلے البقرۃ : ۱۱ کے ضمن میں ہو چکی ہے ۔ [دیکھیے :- ۲ : ۸ : ۱(۵) میں]

۲:۹:۲ الاعراب

وإذا قيل لهم لا تفسدوا في الأرض قالوا إنما نحن مصلحون الا انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون ۝

اس قطعہ میں دو آیات ہیں ۔ ہر ایک آیت ایک لمبے جملے پر مشتمل ہے مگر دراصل ہر ایک آیت دو جملوں میں منقسم ہے ۔ پہلی آیت کے دو جملے شرط اور جوابِ شرط کے تعلق سے ایک جملہ بنتے ہیں جب کہ دوسری آیت کے دو جملے واو عاطفہ کے ذریعے مل کر ایک جملہ بنتے ہیں ۔ ہر ایک جملے کے اعراب کی تفصیل یوں ہے :-

- [وَ] کو یہاں اگرچہ عاطفہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے جو مابعد والے جملے کو سابقہ جملے سے ملاتی ہے (اس صورت میں سابقہ آیت (۱۰) میں بیان کردہ عذاب (ولھم عذاب الیم) کا ایک سبب تو " کانوا یکذبون " ہوا (جو آیت نمبر ۱۰ کا آخری حصہ ہے) اور دوسرا سبب یہ جواب اگلے جملے میں بیان کیا گیا

ہے (... واذا قیل لھم ....) یعنی بسبب اس کے کہ جب ان کو کہا جاتا ہے .... الخ ۔ گویا وہ دو وجہ سے مستحق عذاب ٹھہرے ۔ لیکن یہ معنی تب موزوں ہوتے جب یہاں "اذا" شرطیہ کی بجائے "اِذْ" ہوتا جو زمانۂ ماضی اور تعلیل (وجہ بتانا) کے لیے آتا ہے ـــــ لہٰذا یہاں اس "وَ" کو واوالاستیناف سمجھنا زیادہ بہتر ہے ۔ اس سے ایک نئی بات اور نئے جملے کا آغاز ہوتا ہے ۔ یعنی ان کے ایک اور عیب کا ذکر شروع ہوتا ہے ۔

[اِذا] یہاں شرطیہ ظرفیہ ہے اور زمانۂ مستقبل یا حال کا مفہوم رکھتا ہے ۔ جس کا ترجمہ "جب" یا "جب بھی" یا "جب کبھی بھی" ہو سکتا ہے ۔

[قِیْلَ] فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ہے "قولُ" "(لاتفسدوا ...... الخ) ہے یعنی جب "لاتفسدوا ..... الخ" کے "قول" (کی بات) کی جاتی ہے (محذوف نائب فاعل "قَوْلُ" کو مضاف سمجھتے ہوئے)۔

[لَھُمْ] جار (لِ) اور مجرور (ھم) مل کر متعلق فعل (قیل) ہے یعنی "کہا جاتا ہے ان کو یا ان سے" ۔ یہ بیان ہو چکا ہے (۲ : ۷ : ۱ (۵) میں) کہ فعل "قال" کے بعد مخاطب کا ذکر ہو تو اس پر "لام" کا صلہ (جار) آتا ہے ۔

[لَا تُفْسِدُوْا] میں "لا" نہی کے لیے ہے اور اس نے "تفسدوا" کو مضارع مجزوم بنا دیا ہے ۔ اور اس میں علامتِ جزم آخری نون کا حذف ہے (جو دراصل "تفسدون" تھا) ۔ [فی الارض] بھی جار (فی) اور مجرور (الارض) مل کر متعلق فعل (لاتفسدوا) ہے ۔ اردو میں اس کا بامحاورہ ترجمہ فعل سے پہلے ہوگا یعنی "تم مت ڈالو فساد اندر زمین کے" کی بجائے "تم زمین میں فساد مت ڈالو" ہوگا ۔ یہاں تک جملہ کا شرط والا حصہ مکمل ہو جاتا ہے اور اب اس کے بعد اس کا جواب شرط شروع ہوتا ہے ۔

● [قالوا] فعل ماضی معروف صیغہ جمع مذکر غائب ہے جس میں ضمیر فاعلین "ھم" مستتر ہے اور یہ "ان لوگوں" کے لیے ہے جن کی بات ہو رہی ہے ۔ اگرچہ

یہاں سے جوابِ شرط شروع ہوتا ہے تاہم صیغۂ ماضی ہونے کے باعث افعال [قِیل اور قالوا] نہ جازم ہیں نہ مجزوم اگرچہ ان کو محلاً مجزوم کہا جاسکتا ہے۔ [انّما] میں "ما" کافّہ اور "اِنَّ" مکفوفہ ہے۔ یعنی اس کا عمل (مابعد اسم کو نصب دینا) روک دیا گیا ہے (کَفَّ یَکُفُّ : روک دینا) اور معنی میں "حصر" (تاکید اور پابندی) کا مفہوم پیدا ہوگیا ہے جس کے معنی اور ترجمہ پر اوپر بحث "اللغۃ" میں بات ہو چکی ہے۔ [نحن] جمع متکلم کی ضمیر مرفوع منفصل ہے جو یہاں مبتدأ کا کام دے رہی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ تو "ہم" ہے مگر پہلے "اِنّما" آجانے کی وجہ سے اس (انما نحن) کا موزوں ترجمہ "ہم تو" یا "ہم تو بس" سے ہوگا۔ [مصلحون] "نحن" کی خبر اور لہذا مرفوع ہے۔ علامتِ رفع اس میں آخری نون سے پہلی "واو" (ـُـو) ہے — اور یہ پورا جملہ (انما نحن مصلحون) فعل "قالوا" کا مقول (جو بات کہی گئی) مفعول ہونے کے باعث محلاً منصوب ہے اور پھر یہ مکمل جملہ (قالوا ...... مصلحون) جوابِ شرط ہو کر آیت کے ابتدائی جملے (واذا ..... فی الارض) کو مکمل کرتا ہے۔

● [اَلَا] حرفِ استفتاح بمعنی تنبیہ ہے (دیکھئے اوپر ۲: ۹: ۱(ج) میں) [اِنّھم] میں "انَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور "ھم" (ضمیر منصوب) اس کا اسم ہے۔ [ھم المفسدون] میں اگرچہ "ھم" کو مبتدأ (مرفوع) اور "المفسدون" کو اس کی خبر (مرفوع) قرار دے کر اس پورے جملہ اسمیہ (ھم المفسدون) کو "اِنّھم (کے اِنَّ) کی خبر بنایا جاسکتا ہے۔ تاہم بہتر یہ ہے کہ اس دوسرے "ھم" کو ضمیر فاصل سمجھا جائے۔ اس لیے کہ اس کے بعد "اِنَّ" کی خبر معرفہ (المفسدون) آرہی ہے۔ اس طرح اس کا اردو ترجمہ "وہ ہی تو (مُفسِدون" ہیں) ہوگا۔ ضمیر فاصل اور خبر معرفہ کی اس ترکیب سے پیدا ہونے

والے مفہوم کے زور اور تاکید کو اردو مترجمین نے " وہی ہیں " ، " یہی لوگ " ، " وہی " اور " بہ بلاشبہ " سے ظاہر کیا ہے ۔ یہاں تک اِنّ کا اسم اور خبر مل کر ایک جملہ مکمل ہوتا ہے ۔

● [وَلٰکِنْ] میں واو عاطفہ ہے اور " لٰکِنْ " مخففہ ہے یعنی یہ " لٰکِنَّ " (ثقیلہ مشددہ) کی ہی دوسری شکل ہے جو غیر عامل ہے اور بلحاظ معنی یہ حرف استدراک ہے جس کو اردو میں " مگر " یا " لیکن " سے ظاہر کیا جاتا ہے ۔ [لایشعرون] میں لا نافیہ ہے اور " یشعرون " فعل مضارع معروف کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے جس میں ضمیر فاعلین " ھم " شامل ہے اور یہ جملہ فعلیہ ہے ۔ پھر یہ پورا جملہ (ولکن لا یشعرون) اپنے سے پہلے جملے (الا انھم ھم المفسدون) پر عطف ہو کر پوری آیت (۱۲) کو ایک مکمل جملہ بناتا ہے ۔

۲ : ۹ : ۳ الرسم

اس قطعہ کے تمام کلمات کا رسم املائی اور رسم عثمانی یکساں ہے البتہ اس میں خصوصاً قابلِ ذکر " لٰکِنْ " کا رسم ہے جو لکھا تو بحذف الف (بعد اللام) جاتا ہے مگر پڑھا " لاکِن " جاتا ہے ۔ اس لفظ کا یہ رسم بھی رسمِ املائی (عام معتاد عربی ہجاء) پر رسمِ قرآنی (عثمانی) کے اثرات کا ایک مظہر ہے ۔ عام عربی املاء کے قواعد پر لکھی گئی کتابوں میں بھی " لکن " (ثقیلہ ہو یا مخففہ) کی املاء میں الف کے اس حذف کا خصوصاً ذکر کیا جاتا ہے [۱]

۲ : ۹ : ۴ الضبط

قرآنی کلمات کے ضبط کے بارے میں اب تک عموماً ہم تین چیزوں کا ذکر کرتے آئے ہیں (۱) طرقِ ضبط (یعنی علاماتِ ضبط کے استعمال) کا فرق ۔ (۲) کن

---

[۱] مثلاً دیکھئے کتاب الکتّاب (ابن درستویہ) ص ۴۳ ۔

ملکوں میں کونسا طریق ضبط رائج ہے اور (۳) اختلافِ ضبط کے کچھ مکتوبی نمونے (جن میں طریق کتابت تو پاکستانی نسخ مگر طریق ضبط مختلف ملکوں کا ہوتا ہے)[1] اگر اب تک کی گئی " الضبط " سے متعلق بحثوں کو آپ نے بغور مطالعہ فرمایا ہے تو آپ جان چکے ہوں گے کہ طریق ضبط کا فرق کن امور میں پایا جاتا ہے ۔ بنیادی طور پر یہ کل دس پندرہ امور ہیں مثلاً :-

۱ - ھمزۃ الوصل کی علامت کا ترک یا استعمال ۔

۲ - ابتدائی ھمزۃ القطع کی علامتِ قطع کا ترک یا استعمال ۔

۳ - حرکاتِ طویلہ (الف ماقبل مفتوح ، " واو" ماقبل مضموم اور " یاء " ماقبل مکسور یعنی مدِ اصلی کے لیے علاماتِ ضبط اور ان کے طریق استعمال کا فرق ۔

۴ - محذوف (مگر ملفوظ) حروف مد (ا ، و ، ی) کے اثبات (برائے تلفظ) کے طریق ضبط کا فرق ۔ (جس میں ہائے کنایہ اور اسم جلالت کے لام کے اشباع کا طریق ضبط اور اس کے لئے مختلف علامات کا استعمال بھی شامل ہے)

۵ - مکتوب (مگر غیر ملفوظ) حروف (زیادۃ فی الھجاء) میں حرفِ زائد پر علامتِ زیادۃ (یا علامتِ تنسیخ) ڈالنے یا نہ ڈالنے کا فرق ۔

۶ - تنوین اخفاء اور تنوین اظہار میں یکسانیت یا تمیز کا فرق ۔

۷ - نون ساکنہ مظہرہ یا مخفاۃ (یعنی ساکن نون کے لیے اخفاء یا اظہار)

---

[1] ہر ملک میں رائج خطِ مصحف (اور وہ بھی ماہرانہ خطاطی کے ساتھ) کی ہو بہو نقل ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے ۔ ہمارے دیے ہوئے نمونے کسی ملک کے اصل مصحف کی خطاطی کے معاینہ اور مشاہدہ کا بدل تو نہیں ہو سکتے ۔ البتہ ان کے ذریعے اختلاف ضبط کو بڑی حد تک سمجھا جا سکتا ہے ۔ اور یوں کسی غیر مانوس طریق ضبط کا اپنے ملک کے طریق ضبط سے مقابلہ کر کے آپ اس (غیر مانوس) ضبط کو پڑھنے کی مشکل پر بھی قابو پا سکتے ہیں ۔

کے لیے کسی مخصوص علامت (سکون وغیرہ) کے استعمال یا عدم استعمال کا فرق۔

۸۔ عام (یا تنوین کے ملفوظی) ساکن "نون" کے مابعد "د" یا "ی" ہیں۔ اور ساکن "ط" کے بعد "ت" ہیں"۔۔۔ ادغام ناقص کی صورت میں حرف مدغم (ن یا ط) اور مدغم فیہ حرف (د، ی، ت) پہ علامتِ سکون یا تشدید ڈالنے یا نہ ڈالنے کا فرق۔

۹۔ تنوین کے ملفوظی یا عام ساکن نون کے مابعد کے حروف (لَمْ نَرَ) میں ادغام تام کی صورت میں حرفِ مدغم اور حرفِ مدغم فیہ کے لیے علامتِ ضبط (سکون اور تشدید) کے استعمال کرنے یا نہ کرنے کا فرق۔

۱۰۔ تنوین کے ملفوظی (یا عام) ساکن نون کے مابعد حرف باء (ب) واقع ہونے کی صورت میں اس (نون) کے اقلاب میم کے لیے کسی علامت کے استعمال یا اس کے ترک کا فرق۔

۱۱۔ تنوین کے نون (ملفوظی) کے بعد آنے والے مشدد یا ساکن حرف کے ساتھ اتصال کے لیے کسی علامتِ ضبط کا استعمال یا اس کے ترک کا فرق۔

۱۲۔ بعض افریقی ممالک میں متطرف (آخر پہ واقع ہونے والے) حروف "ینفق" کا عدم اعجام (نقطوں سے خالی چھوڑنا)۔ نیز "ف" اور "ق" کے طریق اعجام (بصورت "ب" اور "ف" کا فرق۔

۱۳۔ ایشیائی اور افریقی ممالک میں "لا" کے "الف" اور "لام" کے تعین کا فرق ۔ اور اس کے نتیجے میں طریقِ ضبط کا فرق۔

۱۴۔ بعض مصاحف میں (i) "راء" اور "لام" کی ترقیق یا تفخیم کے لیے خاص علامت یا (ii) "ب" سے پہلے آنے والی ساکن میم پر علامت اخفاء یا (iii) قلقلہ کے لیے خاص قسم کی علامتِ سکون ـــــ کے استعمال کا فرق۔

۱۵۔ اور مندرجہ بالا تمام طریقہ ہائے ضبط میں علاماتِ ضبط کی صورت اور شکل کا

تفاوت ۔ مثلاً

(الف) حرکاتِ ثلاثہ قصیرہ میں فتحہ کو ـَ (ترچھا) یا ـَ (افقی) لکھنا یا کسرہ کو اسی طرح ترچھا (ـِ) یا افقی (ـِ) لکھنا یا ضمہ کو ـُ ، ۹ یا ـُ کی شکل میں لکھنا ۔

(ب) اسی طرح تنوینِ رفع کو ـٌ ، ۹۹ ، ـٌ ، ـٌ ، ـٌ یا ـٌ کی صورت میں یا تنوین نصب کو ـً ، ـً ، ـً ، ـً لکھنا یا تنوینِ جر کو ـٍ ، ـٍ ، ـٍ ، ـٍ کی صورت میں لکھنا ۔

(ج) علامتِ سکون کے طور پر ـْ ، ـ٥ ، ـْ ، ـ۸ یا ـ٘ کا استعمال ۔

(د) علامتِ تشدید کو ـّ ، ـّ یا ـّ کی شکل میں لکھنا ۔

(ھ) علامتِ اشباع کے طور پر ـٰ ، ـٰ ، ـٰ یا "ـٰ" ، "ـٖ" یا "ـٗ" کا استعمال ۔

(و) ھمزۂ قطع کی علامت قطع کے لیے ـٔ ، ـ٤ ، ـٔ ، E یا ٥ (زرد رنگ کا گول دائرہ) کی صورت استعمال کرنا ۔

(ز) ھمزۃ الوصل کے لئے آ ، اَ یا اْ (بڑا سبز گول نقطہ) استعمال کرنا اور اس ھمزۃ الوصل کو ، ماقبل مفتوح ہو تو "اَ" اور ماقبل مکسور ہو تو "اِ" اور اگر ماقبل مضموم ہو تو "اُ" کی شکل میں لکھنا ۔

مذکورہ بالا قواعدِ ضبط اور علاماتِ ضبط کے استعمال کی بیشتر صورتیں اب تک بیان ہو چکی ہیں ـــ اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ کون سا طریقِ ضبط یا کون سی علاماتِ ضبط کون سے علاقوں یا ملکوں میں رائج ہیں ۔ کسی ایک آدھ قاعدہ (مثلاً تنوین کے ملفوظی نون ساکنہ کے مابعد کے ساکن یا مشدد حرف کے ساتھ اتصال کے طریقہ) یا بعض مخصوص قواعدِ ضبط (مثلاً امالہ یا اشمام کا طریقِ ضبط) کی مثالیں ابھی تک ہمارے سامنے نہیں آئی ہیں ـــ

لہٰذا اب سے ہم قواعد اور طریقِ ضبط کو بار بار بیان کرنے کی بجائے صرف

مکتوبی شکل میں بطور نمونہ) علاماتِ ضبط اور ان کے استعمال کے فرق کو واضح کر دینا ہی کافی سمجھیں گے ـــــ البتہ جب کوئی خاص نیا قاعدہ یا کسی لفظ کے ضبط میں کوئی خاص فرق سامنے آئے گا تو اس کی وضاحت کر دی جائے گی۔ اور ھمزہ قطع کے بارے میں بھی۔

اس طرح زیرِ مطالعہ قطعہ (آیات) میں اختلافِ ضبط کی حسبِ ذیل صورتیں موجود ہیں:

وَ اِذَا ، اِذٰا ، اِذَا ، اِذَا

قِيْلَ قِيلَ قِيلَ فِيلَ / لَهُمْ ، لَهُمْ

لَا تُفْسِدُوْا ، لَا تُفْسِدُوا ، لَا تُفْسِدُوا ، لَا تُفْسِدُوا

فِيْ ، فِي ، فِي / الْاَرْضِ ، اَلْاَرْضِ ، اَلْاَرْضِ

قَالُوْا ، قَالُوا ، قَالُوا ، قَالُوا

اِنَّمَا اِنَّمَا ، اِنَّمَا / نَحْنُ ، نَحْنُ

مُصْلِحُوْنَ ، مُصْلِحُونَ مُصْلِحُونَ / اَلَآ ، اَلَا ، اَلَا

اِنَّهُمْ ، اِنَّهُمْ ، اِنَّهُمْ

هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ ، الْمُفْسِدُونَ ، اَلْمُفْسِدُونَ ،

اَلْمُفْسِدُونَ / وَلٰكِنْ لَّا ، لٰكِنْ لَّا ، لٰكِنْ لَّا ، لٰكِن لَّا

يَشْعُرُوْنَ ، يَشْعُرُونَ ، يَشْعُرُونَ ، يَشْعُرُونَ